میری جنت لاجواب

رفاقت جاوید



تین کمروں کے فلیٹ میں پروان چڑھنے والی بانو اپنی ہم عمر لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی ۔ خود بھی بہت بڑی، بڑی باتیں کرتی اور دوسروں کی باتوں پر غور وخوض کرنے کے بعد بحث ومباحثہ کرنا، انہیں کنونس کرنا اس کا شیوہ بن چکا تھا۔ اپنے پاپا کی لاڈلی اور اماں کی پیاری ہونے کے باوجود ماں کی ایک نہ سنتی تھی۔

آج کالج سے واپسی بس میں معمول کے مطابق ہورہی تھی...... زیادہ تر لڑکیاں اسی بلڈنگ کی رہائشی تھیں۔

رہا تھا، حبیب میں دودھ پینے کی سکت نہ تھی اور تم بیمار پڑ سکتی تھیں، اس بچی کو بھی بچانا ضروری تھا۔''

''ہاہ! تم سب لوگ جانتے تھے تو مجھے بتا ہی دیتے...... میں یوں ہی ڈرتی رہی کہ کہیں پکڑی نہ جاؤں۔''

''تم سے پنکی کا باپ ملنا چاہتا ہے...... شکریہ کہنے کے لیے، میرا بھائی!'' اس نے کہا۔

''ارے نہیں سیما...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے فوراً کہا، اس سے قبل آیا نے بھی مجھے کہا تھا کہ مجھ سے بچی کا باپ مل کر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو میں نے انکار کر دیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ وہ اس بات کو میرے منہ پر کہے گا کہ میں اس کی بیٹی کو اپنا دودھ پلا رہی ہوں تو مجھے کس طرح شرمندگی محسوس ہوگی۔ ''آپ نے کہہ دیا، وہ کافی ہے۔''

''نہیں، نہیں...... کافی نہیں ہے یہ......'' اس نے اپنے بیگ میں سے فون نکالا، عینک نکال کر نمبر ڈھونڈ کر ڈائل کیا۔ ''ہاں ہاں، کہاں ہو تم...... آجاؤ!'' بات ختم کر کے اس نے فون بند کیا۔

''میں بات کو کسی اور طریقے سے کہنا چاہ رہی تھی مگر......'' تمنا نے مبہم سا فقرہ کہا۔

''کیا؟'' میں نے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ...... اصل میں......'' دروازے پر دستک ہوئی۔

''لیس کم ان!'' میں نے کہا۔

السلام علیکم!'' ارسل بھائی آئے تھے۔ اب بھی وہ تنہا ہی تھے، زائنہ پھر بھی نہیں آئی، تمنا نے اس کی طرف سے معافی مانگی تھی اور میں نے معاف کر بھی دیا تھا لیکن شاید اس کا دل صاف نہیں ہوا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' ہم سب نے جواب دیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' انتہائی احترام سے انہوں نے پوچھا۔

''بیٹھیں ارسل بھائی!'' تمنا نے انہیں بیٹھنے کو کہا تو اس خاتون نے سمٹ کر صوفے پر ان کو جگہ دی، وہ بھی بلا جھجک اسی صوفے پر بیٹھ گئے۔

''زائنہ کیسی ہے؟'' میں نے سوال کیا، ان کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔

''زائنہ کا تو آپ کو علم ہے کہ وہ گر گئی تھی......'' ارسل بھائی نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

''وہ اسے بہت شدید چوٹ لگ گئی تھی ناں...... امرت!'' تمنا نے ان کی بات کاٹی۔

''اوہو...... اب وہ کیسی ہے؟'' میں نے شرمندگی سے پوچھا۔ جانے اس کے بارے میں، میں نے کیا کیا گمان کیے تھے، ایک بار بھی کسی سے پوچھا نہ تھا کہ وہ کیوں نہیں آئی تھی ورنہ میں اس وقت ارسل بھائی کے سامنے شرمندہ نہ ہو رہی ہوتی۔

''امرت......'' تمنا نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ ''ٹھیک ہے وہ اب!''

''کیا کہہ رہی ہو تم تمنا...... مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔''

''امرت......'' سیما اٹھ کر میرے پاس آئی، میرے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ ''کیوں عجیب لگ رہا ہے، کچھ......'' اس نے میرا ہاتھ تھپکا۔ ''تم تو بہت بہادر ہو ناں۔'' میں اس کا منہ تک رہی تھی۔ ''میں کہنا چاہ رہی تھی، میرا بھائی تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے...... ارسل میرا بھائی ہے اور پرنیاں۔ یعنی پنکی کا باپ!''

نہیں......'' میں پوری قوت سے چیخی۔ میرے پیٹ کے نچلے حصے سے درد اٹھا اور دماغ تک پھیل گیا، میں ا... ٹکڑوں میں پھٹ گئی تھی، لگا کہ پوری چھت میرے اوپر گری تھی......

(جاری ہے)

میری جنت لاجواب

رفاقت جاوید



تین کمروں کے فلیٹ میں پروان چڑھنے والی بانو اپنی ہم عمر لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ خود بھی بہت بڑی، بڑی باتیں کرتی اور دوسروں کی باتوں پر غور و خوض کرنے کے بعد بحث و مباحثہ کرنا، انہیں کنونس کرنا اس کا شیوہ بن چکا تھا۔ اپنے پاپا کی لاڈلی اور اماں کی پیاری ہونے کے باوجود ماں کی ایک نہ سنتی تھی۔

آج کالج سے واپسی بس میں معمول کے مطابق ہو رہی تھی...... زیادہ تر لڑکیاں اسی بلڈنگ کی رہائشی تھیں۔

جن کا تعلیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہاں وہاں جگہ، جگہ
پھیلا ہوا کوڑا، پان کی پچکاریوں کے خونی دھبے اور اِدھر
اُدھر گھومنے پھرنے والے نوجوان نشئی انہیں خوش آمدید کہا
کرتے تھے۔ اس بلڈنگ کے پار ایک پارک تھا جسے دیکھ کر
پارک کم جنگل کا گمان زیادہ ہوا کرتا تھا۔ جہاں بے شمار
درخت اور خودرو جھاڑیاں اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں۔
کرکٹ کھیلنے کی وجہ سے سبزے کا نام ونشان تک باقی نہیں
تھا۔ بوگن ویلیا کی پھیلی ہوئی بیلیں اور ان کے کاغذی
پھول ہوا میں اڑتے ہوئے ایک کونے سے دوسری دیوار
تک ہر وقت ہجرت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ موسم
بہار کب آیا اور کب خزاں نے دھاوا بولا۔ کسی کو اس کی خبر
تک نہ ہوا کرتی تھی۔ ٹوٹی ہوئی بینچوں کے آس پاس
کھانے پینے کی خالی بوتلیں، ٹن اور گتے کے ڈبے بکھرے
ہوئے یہاں کے مکینوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانے کے
لیے کافی تھے۔ حالانکہ بہار کے موسم میں ہر درخت،
جھاڑی اور پودے پر جوانی آجاتی ہے۔ پھول مسکراتے
ہیں، کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ زمین سے سبزہ سر نکالنے لگتا
ہے۔ اور سب کے مردہ چہروں پر بھی مسکان بکھر جاتی
ہے۔ لیکن یہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔ جبکہ بانو کا دل چاہتا کہ
وہ اپنے سامنے والے پارک میں صفائی کرائے، کیاریاں
بنوائے، پھول اگائے اور وہ پودے جو جھاڑیوں کی شکل
اختیار کرچکے ہیں۔ ان کی کانٹ چھانٹ کرائے...... زمین
پر سبز مخملیں چادر بچھوائے اور تمام ٹوٹی ہوئی...... بینچوں کی
جگہ نئی رکھوادے اور پنجروں میں ہر نسل کے خوب
صورت پرندے چھوڑ دے۔ اور پھر اپنی ہمجولیوں کے ہمراہ
سرِ شام یہاں چہل قدمی کرنے آئے اور پرندوں کو دانہ
کھلائے۔ لیکن شومئی قسمت کہ یہ سب کچھ کرنا اس کے
اختیار میں نہیں تھا۔ وہ جب بھی اپنی اماں سے اپنی دلی
خواہش کا ذکر کرتی تو وہ جھولی پھیلا کر اسے دعا دیتیں۔
''یا الٰہی میری بانو کو وسیع و عریض لان والا گھر
نصیب کرنا۔ تیرے پاس تو رحمتوں کی بہتات ہے۔ تو
میری بانو پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کے تمام دروازے وا
کردے، آمین...... ثم آمین......''
بانو، اماں کی دعا سن کر پُرامید نگاہوں سے انہیں
دیکھنے لگتی اور ان نگاہوں کی زبان ماں بھی خوب سمجھتی تھی۔
اس چھوٹے سے فلیٹ کی بالکونی میں اس نے اپنے بے...
(کتے) کے لیے گھر سا بنا رکھا تھا۔ اسی بالکونی میں اس کی
بلی بھی رہائش پزیر تھی لیکن ایسا موقع بہت کم ہی آتا تھا۔ و
تو گھر کی ''لاڈلی'' ہر بستر پر سوتی اور صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی
پر نظریں گاڑے رکھتی یا کلاک کی ٹک، ٹک کو سنتی اور سوئیوں
کی حرکت کو گھورتی رہتی تھی۔ جونہی بانو کی بس سڑک پر رکتی
وہ وال کلاک سے نگاہیں ہٹاتی اور چھلانگ لگا کر نیچے اترتی
اور دیوانوں کی طرح مین ڈور کی طرف بھاگ پڑتی۔ بانو
دروازہ کھول کر اندر آتی تو وہ اپنی خوشی کا اظہار اس...
پاؤں میں لوٹنے سے کرتی۔ بانو جھک کر اسے اٹھا لیتی اور
دن بھر کی تھکن اور بھوک و پیاس کو یکسر بھول کر اس...
کھیلنے لگتی۔ وہ جب اسے بیٹا کہہ کر پکارتی تو ماں کبھی...
جاتی اور کبھی درگزر کر جاتی۔ جب وہ کھانے سے فارغ
ہوتی تو اسے بازوؤں میں اٹھائے اپنے کمرے میں چلی
جاتی۔ وہ سو جاتی اور بلی اس کے جاگنے کے انتظار میں ٹکٹکی
باندھے نیچے کارپٹ پر لیٹی اسے دیکھتی رہتی...... اس...
والد ساجد صاحب ایک مڈل اسکول میں ماسٹر تھے۔ ان کی
قلیل تنخواہ گھر کے اخراجات کے لیے ناکافی ہونے...
باوجود بانو کی امی راحیلہ اپنے سگھڑاپے سے شوہر کو کم مائیگی
کا کبھی احساس نہیں ہونے دیتیں۔ گھر کے اندر کا سلیقہ
قرینہ دیکھ کر ان کی کسمپرسی و بے کسی کی ہلکی سی رمق بھی نظر
نہیں آتی تھی۔ ایسے تو عورت کے لیے نہیں کہا گیا ناں
عورت گھر کو جنت اور جہنم بنانے کی ذمّے دار ہوتی
کیونکہ عورت اگر سوئی برابر فضول خرچی کرنے لگے تو
سونے کے گھر کو بھی مٹی بنا ڈالتی ہے اور مرد اگر دونوں ہاتھ
سے لٹاتا بھی رہے تو گھر پھر بھی آباد و شاد ہی رہتا...
والدین کی نظریں اپنی ذہین و فطین بیٹی پر بھی مرکوز رہتیں
وہ دن دور نہیں جب ان کی بیٹی اس گھر کے دلدر دور کر...
میں ان کا ساتھ دے گی۔ یہ والدین کی دور اندیشی کا نتیجہ
تھا کہ وہ یونیورسٹی کے خواب دیکھ رہی تھی...... لیکن بانو
ایسے مزاج کی بچی تھی کہ ہر ضرورت مند کی مددگار رہتی
اور مسیحا بن جایا کرتی تھی۔ وہ اپنی کامیابیوں کو خود تک
محدود رکھنے کے بجائے دوسروں کو اس ذائقے سے آ...

...نے کی خواہش مند تھی۔ اس کی تعلیم کا اِک مقصد تھا۔
...نے کی مقصدیت سے تو ہر کوئی واقف ہوتا ہے۔ اپنی
... کے مطابق سب ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ نوکری پر
...ے ہوتے ہی شادی کے بکھیڑوں میں زندگی گزار
... ہیں لیکن کبھی اپنے گردو پیش کا جائزہ لینے کی
...ت محسوس کرتے ہیں نہ ہی انہیں اس کی توفیق ہوتی
...کیونکہ خودغرضانہ خیالات کے سامنے ایسے لوگ بے
...اور تہی دست ہی رہتے ہیں۔ خوشی کا تصور غم اور دکھوں
... بغیر بالکل ادھورا ہے۔ بانو اسی امیدو بیم
...وں میں گھری اپنی شخصیت کو سنوارنے کی کوشش
...ی...... اپنے کردار کو مضبوط اور پائدار رکھنا اس کا اک
...ی سپنا تھا...... وہ اسی سپنے کے تحت اس بلڈنگ
...وما کا خیز تبدیلی لانے کی خواہش مند تھی۔ جب کبھی وہ
... اس دیرینہ خواہش کا اظہار اپنی اڑوس پڑوس کی
...وں سے کرنے کی غلطی کرتی تو سب اس کا تمسخر
...ں اور اس کے قلب و ذہن سے اس قسم کی خواہشات
...ن کے لیے انہونی اور عجیب تھیں نکالنے کی کوشش کرتیں
... تم کس دنیا میں رہتی ہو...... ہم نے ایسی دنیا نہ تو کبھی
...ا ہے نہ ہی سنی...... ہمیں یہ علم ہے کہ ہم آج اس
... میں رہ رہی ہیں، کل کسی اور فلیٹ کی رہائشی بن
...ں گی۔ اس کرایے کی چھت کا کیا مان؟ آج ہماری اور
...س اور کی...... اسے سجانے، سنوارنے اور صاف ستھرا
... کا کیا فائدہ ہے ہمیں۔ تم تو چار جماعتیں پڑھ کر نہ
...س دنیا کی باسی بن گئی ہو، یہ سب بکواس چھوڑو......
...وئی فائدہ نہیں......'' بانو مسکرا کر جواب دیتی۔
''فائدہ ہی فائدہ ہے۔ زندگی گھاٹے کا نام نہیں
...ری سہیلیوں...... تم سب ایسا کیوں سوچتی ہو۔ یہ
...ور دلنشین اس رب کی تخلیق کردہ دنیا خسارے کی جگہ
...... یہ تو تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ یہ
...تو اسی رب کی امانت ہے۔ جس کی حفاظت کرنا
...ض ہے اور عبادت بھی...... زندگی کو سنوارو اور دنیا
... طریقوں سے حسین و جمیل بنالو...... کیونکہ اللہ
...نے ہمیں بااختیار بنایا ہے کہ اس زمین کا چپا، چپا
...ر اپنا حق ادا کرسکیں۔ ہم جس گھر میں اپنوں کے
ساتھ رہتے ہیں وہ گھر ہمارا اپنا ہی تو ہوتا ہے۔ چاہے
کرایے کا ہی کیوں نہ ہو......؟ دیکھو یہ باتیں انسان کو
زیب نہیں دیتیں۔ چلو کہ اس دنیا کا قیام ہی عارضی ہے تو
پھر ان عارضی چھتوں سے ہمیں شکوہ کیونکر ہے۔ اسی کے
سائبان میں ہم جنت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ ہمیں مل جل
کر اپنے گھروں اور اس کے گردو پیش کے علاقے کو
صاف ستھرا رکھنے اور سنوارنے کے لیے زیادہ محنت کی
ضرورت نہیں ہوگی بھلا ہمارے پاس جتنا بھی وقت ہے،
ہم اسے یکجہتی، عزت، وقار، محبت اور اپنائیت سے
کیوں نہ گزاریں...... دنیا حسین بھی لگنے لگے گی اور...
بامقصد بھی...... میرے دادا جی کو اس دارِ فانی سے کوچ کیے
ہوئے چند سال ہی تو ہوئے ہیں لیکن میں انہیں کبھی
فراموش نہیں کرسکی۔ ان کی یاد میں، میں ویسے ہی کام کرنا
چاہتی ہوں جیسے انہوں نے اپنی زندگی میں دوسروں کو
ذہنی و جسمانی سکون بہم پہنچانے کے لیے وہ مراجعت فرما
گئے۔ اور ہماری اس بلڈنگ کے اردگرد کوڑے، کچرے
اور غلاظت کے ڈھیر لگ گئے۔ ان کی ٹیم کہاں چلی گئی
جبکہ اس ٹیم کے بیشتر فرد حیات ہیں، بے شک یہ زندگی
عارضی ہی سہی لیکن ہے تو انمول ناں...... اس کا زیاں
ناقابلِ معافی اور سزا بہت عبرت ناک ہے۔ کیونکہ ہم اللہ
کی سونپی ہوئی امانت میں خیانت کررہے ہیں۔'' وہ اچھی
خاصی تقریر کر بیٹھی تھی۔
''یار طولانی تمہید چھوڑو...... جیسا تم ہم سے چاہتی
ہو یہ کام مردوں اور لڑکوں کا ہے، ہمارا ہرگز نہیں......''
ایک نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔
''ارے تم تو پگلی ہو، ان بے ہودہ سوچوں سے
باہر نکل کر دیکھو...... ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔ ڈگری حاصل
کرو اور شادی رچالو...... بچے پیدا کرو اور انہیں پال پوس
کر بڑا کرو...... اور پھر انہیں رخصت کر کے مصلیٰ
پکڑ لینا...... اس وقت سوچ بچار کرنا۔ ابھی یہ وقت سوچنے
کا ہرگز نہیں۔ بس قدم اٹھاتی چلو...... رستہ بھائی دیتا چلا
جائے گا...... اور پھر منزلِ مقصود تک پہنچنا آسان ہوجائے
گا......'' ایک دوست نے جل بھن کر کہا۔
''مان لیا...... چلو اِک کام کرنے کا تہیہ کرتے

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہیں۔" بانو پُرامید لہجے میں بولی۔

"مثلاً اب وہ کون سا کام ہے جو تم نے سوچ لیا ہے ضرور نرالا اور فضول ہی ہوگا......" سب بیک زبان ہو کر بولیں۔

"کام اِک چیلنج ہے......اور ہم میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت اور جرأت ہے۔ ہم سب اپنے اردگرد کے علاقے سے بکھرا ہوا کوڑا اٹھانے کی ذمّے داری سنبھال لیں تو کیسا رہے گا......ہاں یہ مت بھولیں کہ عورت مرد سے زیادہ مضبوط اور ثابت قدم ہستی نہ ہوتی تو اس معاشرے کے مرد کے ساتھ گزارہ کیسے کر پاتی؟ ہم بے مثال، باکمال مخلوق ہیں، خود پر بھروسا کرنا سیکھیں...... ہم اس بلڈنگ کو چار چاند لگانے کی ہمت رکھتی ہیں۔ یہاں سفید پوش مکین بستے ہیں اپنے طرزِ زندگی کو بہتر بنانے کے خواہش مند......لیکن ان میں کوئی بھی لیڈر شپ کوالیٹیز کا مالک نہیں......ورنہ دادا جی کے بعد کوئی تو ہیڈ بن جاتا......مگر ایسا نہیں ہوا تو اب ہماری جنریشن پہلا قدم اٹھانے کی تیاری پکڑے اور میدان میں اتر آئے......اور سب سے پہلے ہمارے فرض کی شروعات ہوگی کہ ہم دس لڑکیوں کا گروپ ہر فلیٹ میں وزٹ کرے گا اور ہاؤس وائف کو اس بات پر ٹھوس دلائل دے کر کنونس کرے گا کہ کوڑا بالکونی سے نیچے سڑک پر پھینکنے کے بجائے ایک بیگ میں جمع کریں اور جب نیچے اتریں تو اسے کوڑے دان میں ڈال دیں۔ یہ ہے پہلا ٹارگٹ ہم اس بلڈنگ میں رہائشی تمام چھوٹی، بڑی لڑکیوں کو اس کام پر مامور کرسکتی ہیں۔ لیکن پہلا قدم ہمیں خود اٹھانا پڑے گا۔ نیکی کی شروعات اپنے گھر سے ہونی چاہیے ناں......"

"بالکل فضول اور سراسر ناکام آئیڈیا ہے حقیقت سے آنکھیں چرانا تو آسان ہے، سپنے دیکھنا بھی خوب ہے......لیکن عملاً کچھ کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔" اسی کی کلاس فیلو نے کندھے اچکا کر کہا۔

"لوگ ہم پر ہنسیں گے بانو......کہ چار جماعتیں کیا پڑھ لیں ہم سب کی امائیں بن گئیں۔ مردوں کے کام کا طریقہ ہوتا ہے کہ رعب داب سے دوسروں سے با... منوالینا اور ہار نہ ماننا......" ایک نے سمجھانے کے اندا... میں کہا۔

"لڑکیوں ہمارے گروپ میں سب نے میٹرک تو ... ہوا ہے ناں تو سب کو تمام طریقے بھی آجائیں گے۔ ... جاہل اور نادان لوگوں کی اماں بننا بہت اچھا لگے گا۔ کاش ... ہوجائے۔" وہ مستحکم لہجے میں بولی۔ "ہمیں سب کو محبت، اپنائیت سے رام کرنے کی ضرورت ہے۔"

"بھئی ہم تو ساتھ نہیں دیں گے، تم اپنی اماں ... بات کرو......وہ بھی تمہاری اس سوچ سے اتفاق ... کریں گی۔ کیونکہ لڑکی کی بات بھاری نہیں سمجھی جاتی۔ ... تمہاری منطقی باتیں سب کے سر سے گزر جائیں گی کس دنیا کی بات کرتی ہو بانو......"

"تم سب پڑھی لکھی لڑکیاں ہو، بہت مایوس ... ہے تم سب نے مجھے...... میں جو بھی کہہ رہی ہوں ... سمجھنے میں قطعاً مشکل نہیں ہونی چاہیے۔" وہ پُرامید ... میں بولی۔

"سمجھنے اور سوچنے کی کوشش تو کرو ناں...... نا... ...تو کفر ہے۔"

"بانو مجھے تو تم پر بے حد ترس آنے لگا ہے یار، تمہارے دادا حیات ہوتے تو وہ تمہیں ان جھمیلوں ... رکھتے۔ کیونکہ وہ اس زمانے یہاں کے معاشرے کے ... اور ماحول کا علم رکھتے تھے۔ طوعاً و کرہاً سب ان کا ... دینے لگے تھے ناں...... لیکن ان کے بعد سب ... کیوں پڑ گئے۔" "یہ تو سوچو......" امبر نے سنجیدگی سے کہا۔

"امبر یہ جھمیلے نہیں ہیں، ذرا سوچو کہ جب ... العزت نے یہ دنیا بنائی ہوگی تو یہ زمین کس قدر ... صورت، حسین ... دلنشین اور پاک صاف ہوگی انسان کے قدم رکھتے ہی یہاں گندگی، غلاظت ... نجاست پھیلنے لگی۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ... بجالانے کے بجائے زمین کو بگاڑنے لگے۔ اس ز... قدردانی کرنا ہمارا فرض ہے، ہمیں اپنے فرض کو نبھانا ... ورنہ یوں سمجھیں کہ ہم نے امانت میں خیانت کر ڈالی

"بھئی میں تو یہ ہی فیصلہ کر پائی ہوں کہ ...

...اور خواب دیکھنے محل کے......تم عجیب نرالی سی لڑکی بن ...ہو، خواہ مخواہ ہمیں لیکچر دینا، نصیحتیں کرنا، کم از کم مجھے ...نہیں......" صوفیہ نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم پڑھائی کریں گی یا صفائی، تم خود ہی فیصلہ کرو؟"

"بھئی غصہ کیوں کرتی ہو؟ ایک بار اس مینٹل بلاک ...نکلنے کی کوشش تو کرو...... میں جس نظر سے پارک کو ...نا چاہتی ہوں اور اپنی اس بلڈنگ کو ایک بے مثال نمونہ ...دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں۔ وہ ٹیم ...سے ممکن ہے۔ جیسا دادا جی نے کیا تھا، میں اکیلی کچھ ...نہیں کرسکوں گی۔ پلیز کوشش سے ہی مقصدیت کو ...ہیں۔ اس لیے کوشش تو کرنی لازم ہے۔"

"ویسے آپس کی بات ہے تم کہہ تو درست رہی ہو۔ ...ورک" آزمایا جاسکتا ہے۔ اس طرح اور لوگ بھی ... ہوجائیں گے۔ یہ درست ہے کہ عادات کو بدلنا ...نہیں لیکن ہم سب سے پہلے خود کو بدلیں گے۔ ہمیں ...کو یہ احساس دلانا ہے کہ کتا بھی اپنی بیٹھنے کی جگہ کو دم ...صاف کرتا ہے۔ اور ہمارا نعرہ ہوگا......" ہم انسان ...ہمیں اپنا فرض پہچاننا ہے۔"

☆☆☆

"بانو تم نے تو ہمیں مہترانی بنا ڈالا ہے۔ کالج سے ...ہی ہمارا پہلا کام ہے کوڑا اٹھانا۔ لوگ ہم پر ہنستے ...مذاق اڑاتے ہیں، گھر والوں نے ناک میں دم کر ...۔" سب مضطرب سی نظر آرہی تھیں۔

"اس طویل سفر کا سوچ کر ہار مان لینا ہم نے سیکھا ......ہم عقبی جھونپڑیوں کی قسمت بھی بدل ڈالیں ...وہ خوش دلی سے بولی۔

...بانو یہ غربت و افلاس میں جکڑے ہوئے کثیر ...العالدین کچھ سیکھنا نہیں چاہتے۔ پیٹ میں بھوک ...لے، زبان میں تشنگی اور سر پر سیلن زدہ سال خوردہ ...یا اپنی جھونپڑی بولو کہ انہیں اس کوڑے سے ...لگے؟ سب اپنی آزادنہ زندگی گزارنے کے ...چکے ہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو......" ... رائے دی تو وہ پژمردگی سے ان کی طرف

"ہرگز نہیں......ابھی سے حوصلہ ہار بیٹھے تو تمام معاملہ ہی بگڑ جائے گا۔ آپ سب اس وقت کا انتظار کریں جو بہت قریب ہے آج کی بات یاد رکھیے کہ اس بلڈنگ کا ہر بچہ ہماری ٹیم کا ممبر بننے میں فخر محسوس کرے گا۔ ایک بار جسے صفائی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ دوبارہ واپس نہیں پلٹ پاتا...... یہ میرا تجربہ ہے، ہم نے صاف ستھرے ماحول سے ان کی عادات کو بدلنا ہے۔ کیونکہ ماحول ہی انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔"

"تمہارا فلسفہ صرف تمہاری ذہنی اختراع ہے، لوگوں کو پینے کے لیے صاف پانی چاہیے۔ سب کی یہی ڈیمانڈ ہے ناں یہ مت بھولو کہ دادا کا دور دوسرا تھا۔ لوگ زندگی سے تنگ ہیں، تم صفائی کی منطق جھاڑنے لگتی ہو۔ جسے پیٹ بھرنے کے لیے دو عدد روٹیاں چاہئیں تم انہیں کیک کے خواب دکھانے لگتی ہو...... جنہیں اپنی ذاتی چھت چاہیے، تم انہیں رنگ و روغن کی تلقین کرنے لگتی ہو۔ جنہیں ہانڈی کے لیے سبزی چاہیے، تم فرماتی ہو کہ سامنے والے پارک میں کیاریاں بنائیں اور سبزی اگائیں۔ اس بلڈنگ میں رہنے والوں کو کبھی سبزی کی قلت محسوس نہیں ہوگی۔ انہیں تو میسر ہی نہیں ہے ناں...... یہ لوگ تمہارے کہنے کے مطابق کچھ بھی نہیں کریں گے۔ مجھ سے شرط لگا لو...... یہ لوگ ہمارا ساتھ ہرگز نہیں دیں گے۔"

"ہمارا مقصد ہے اس ساکت و جامد ماحول میں انقلاب لانا۔ وہ اسی طریقے سے لایا جاسکتا ہے۔ جیسا ہم کر رہی ہیں۔ ہمیں ہمت کو یکجا رکھنا ہے......اور ہم میں استقامت ہونی چاہیے، تم دیکھنا کہ اس بلڈنگ کا ہر بچہ ہمارا گروپ جوائن کرلے گا۔"

"بانو تم اور تمہارا گھسا پٹا فلسفہ......تم تو سراسر اک عجوبہ ہو ڈیئر......اور ہمیں بھی اپنے اس رنگ میں رنگ کر ہی چھوڑو گی۔"

"ہاں ایسا ہی ہے جانم...... میں نے خود کو پہچان لیا ہے اب آپ سب کی باری ہے۔ جس دن تم سب اپنی ذات سے آشنا ہوگئیں کہ آپ سب میں مرد سے کئی گنا زیادہ صلاحیتیں پوشیدہ ہیں انہیں سب کے سامنے لاکر خود کو منوانا ہے پھر تم سب کو زندہ رہنے کا مقصد سمجھ آجائے

گا۔ فی الحال ہم سب کومل کران بالکونیوں سے نادان اور معصوم گھر والیوں کا بے باکانہ انداز میں نیچے پھینکا ہوا کوڑا ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان خواتین کو دوبارہ کوڑا اچھنکتے ہوئے شرم تو آئے گی ناں......“

”تم بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آؤ گی۔ یہاں شرم مرچکی ہے، احساس سوچکا ہے۔ چھوڑو اس چیلنج کو......مزے کرو یار......“ سب نے اسے سمجھایا۔

”ہرگز نہیں......کیونکہ میں نے غلط سوچا ہے نہ ہی نامناسب فیصلہ کیا ہے۔ آج سے پندرہ سال پہلے دادا جی نے مثال قائم کر کے مجھے ایک درس سکھا دیا تھا۔ ہمارا نعرہ کیا ہے؟ سب مل کر نعرہ لگائیں۔ ہم انسان ہیں، ہم انسان ہیں ہمیں اپنا فرض پہچاننا ہے۔ دیکھنا ہر ذی شعور ہمیں جوائن کرے گا۔“ اور پھر نعرہ لگاتے ہی بلڈنگ کے باہر گلی ڈنڈا کھیلنے والے تین لڑکے ان کی ٹیم کے فوری ممبرز بن گئے۔ اور پھر ان کی یکجہتی اور ثابت قدمی دیکھ کر چند دنوں میں کئی لڑکے انہیں جوائن کرنے لگے اور اپنی خوشی کا اظہار اس جملے سے کیا۔

”آپی اب ہمیں گلی ڈنڈا کھیلنا بہت فضول لگنے لگا ہے وقت کے زیاں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہ۔ ہم جاوید میاں داد اور عمران خان بنیں گے کرکٹ گراؤنڈ بنا کر۔“

”اوہو تو یوں کرتے ہیں ناں پارک کی صفائی ستھرائی کا کام آپ کو کیوں نہ سونپ دیا جائے۔ اس کے بعد وہاں نیٹ لگا کر بیڈمنٹن کھیلیں گے۔ سب مل کر پھر کرکٹ فیلڈ بنا کر اس کا افتتاح بھی کسی مشہور کرکٹر سے کروائیں گے۔“

”آپی کیا ایسا ممکن ہے؟ لگتا نہیں......“ ایک لڑکے نے نظریں جھکائے، جھکائے کہا۔ تو بانو نے اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

”تم میرا مذاق اڑا رہے ہو ناں...... یقین کرو کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ میں آپ سب کی ملاقات عمران خان یا وسیم اکرم سے کرانے کا وعدہ کرتی ہوں۔ آپ نے جس دن کامیابی حاصل کر لی ایسا ہو کر رہے گا۔“ وہ مستحکم لہجے میں بولی۔

”آپی آپ بہت اچھی ہیں، دراصل میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد ہماری بلڈنگ اور پارک سے کچرا ختم ہو جائے یہاں گیمز کے گراؤنڈ بنیں پھر کھیلنے کا بھی مزہ یہاں رہنے کا بھی فخر اور پڑھائی کا بھی لطف دوبالا ہو جائے گا لیکن آپی اس منوں کچرے کو کیسے اٹھائیں گے؟ یہ کام چند دنوں یا ہفتوں کا نہیں......اس میں مہینوں لگ جائیں گے۔“

بانو نے فتحمندانہ مسکراہٹ سے اپنی تمام پڑوسی سہیلیوں کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں امید کے ستارے جگمگا رہے تھے اور چہرے پر مسرت و کامرانی ہلکورے لے رہی تھی۔ امبر نے بلند آواز میں سب سے پوچھا۔

”میرے بھائیوں ایک نعرہ ہو جائے تاکہ اس بلڈنگ کے در و دیوار گونج اٹھیں۔“ سب مل کر فلک شگاف نعرہ لگانے لگے۔ ”ہم انسان ہیں۔ ہم انسان ہیں۔“ اور اسی طرح اسی ٹیم میں انسانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

جونہی ان ٹین ایجرز کو اسکول سے چھٹی ہوتی یہاں پہنچتے ہی وہ ہوا کے جھونکے کی طرح بلڈنگ کے احاطے میں بکھرا کر کوڑا کچرا اٹھاتے اور کوڑے دان میں ڈال کر گھروں کو چل دیتے۔ شروع میں والدین سے پٹائی بھی ہوئی، سختی بھی ہوئی۔ لیکن انہوں نے پروا نہیں کی...... آخر جانور سے انسان تک کا سفر اتنا آسان تو ہرگز نہیں تھا کہ فوراً کٹ جاتا۔ کامیابی مستقل مزاجی میں ہی پنہاں ہوتی ہے، جس نے اس کی پردہ کشائی کا گر سیکھ لیا۔ اس نے زندگی کے رازوں کو پالیا۔ بلڈنگ کے لوگوں نے اب ان کے کام کو سراہنا شروع کر دیا تھا اور کئی عمر رسیدہ مرد حضرات صبح کی نماز کے بعد پارک کے کونوں میں ہوا سے اڑتے ہوئے پلاسٹک کے لفافوں کا کچرا اٹھا کر سڑک کے کونے میں رکھے ہوئے کوڑے دان میں ڈالنے لگے تھے۔

خواتین نے بالکونیوں سے کوڑا پھینکنا چھوڑ دیا تھا۔ کالج کے لڑکوں نے اپنی پاکٹ منی سے پارک کے لیے دو مالی بھرتی کر لیے......جن کی مدد سے پارک کے چاروں طرف کیاریاں بننے لگیں۔ سایہ دار بوڑھے درختوں کی مضبوط ٹہنیوں پر بچوں کے لیے پینگیں ڈالی گئیں۔ جن کا خرچہ کم لیکن فائدہ ایسا ہوا تھا کہ ہر فلیٹ کے مکین نے اپنی حیثیت کے مطابق اس کارِ خیر کے لیے

اظہارِ مسرت

خوش ہو کے میں کیوں نہ گنگناؤں
کیوں نہ لفظوں میں رنگ لاؤں
موم بتی اور کیک منگواؤں
گھر کو سارے کیوں نہ سجاؤں
میک اپ کر کے بن ٹھن جاؤں
آج تھا کچھ خاص ہوا
تم نے کیا یہ جان لیا؟
لفظوں سے جس کے رس ٹپکے
جس کی محفل میں ڈھیروں پریاں
ان پریوں کی رانی ہے اک
اس کو مبارک سالگرہ ہو
ڈائجسٹوں کا راجا میرا پیارا پاکیزہ
آج کے دن تاروں کے جھرمٹ میں چاند بنا
سب کو مبارک اس کی سالگرہ
رہے سلامت یونہی سدا
میرا پیارا، پیارا پاکیزہ

دعا گو: طیبہ عنصر مغل، راول پنڈی

چندہ دینا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس بلڈنگ کا تمام علاقہ اِک اعلیٰ نمونہ بن کر دوسروں کے لیے سبق آموز بن گیا......اپنی جگہوں اور گھروں کو صاف رکھنے کا کام ہمارا ہے نہ کہ حکومت کا......حکومت صاف پانی، کوڑا اٹھانے اور نکاسی کا انتظام تو کر سکتی ہے لیکن شہر کے چپے، چپے پر بکھرا کوڑا کیونکر اٹھائے گی۔ جب کوڑا اچھنکنے اور بکھیرنے والے ہم خود ہیں تو ہمیں انسان ہونے کے ناتے رہنے سہنے کا ڈھنگ تو آنا ہی چاہیے۔ جس میں یہ ٹیم خوب کامیاب رہی۔

☆☆☆

”ارے بیٹا......تم ڈیفنس کے علاقے کے رہائشی ہو اور دلہن لانا چاہتے ہو گلشن آباد میں مقیم ایک خاندان سے جن کے فلیٹ کی عمارت کوڑے کچرے کے ڈھیر کے درمیان کھڑی ہے۔“ ممی نے غصے سے اس کا کان مروڑ کر کہا۔

”ہاں ممی، میرا یہی فیصلہ آپ کو قبول کرنا پڑے گا۔ اس کا گھر چاہے جھونپڑی ہو وہ ایسی لڑکی ہے کہ اسے بھی محل بنا کر چھوڑے گی......آپ اس کی strength سے لاعلم ہیں ممی......“ وہ ڈھٹائی سے بولا۔

”یہ دیکھو ذرا میرے سامنے اس کی تعریف میں زبان بھی قینچی کی طرح چل پڑی ہے۔ اب بھی کہ اس لڑکی نے تم پر کوئی جادو کر دیا ہے۔ میری بات کان کھول کر سن لو کہ میں کچرے سے کیڑا اٹھا کر اس بنگلے کی زینت ہرگز نہیں بناؤں گی۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ تم مانو یا نہ مانو......میں تو اپنی پسند کی بہو لاؤں گی۔ آخر تمہاری ماں ہوں۔ کس چاؤ سے تمہاری پرداخت میں نہ دن کا چین نہ رات کے آرام کا خیال کیا۔“ وہ اپنا حق جتاتے ہوئے بولیں۔

”ممی......آپ بانو سے مل کر فیصلہ کریں......ان کے فلیٹ کے اندرونی حصے کا وزٹ کریں۔ گرد و پیش کا جائزہ لیں۔ ممی آپ جیسا سمجھ رہی ہیں، بانو کا گھر اور اس کے آس پاس رہنے والے پڑوسی ایسے نہیں ہیں بلکہ مڈل کلاس کے لوگ بعض اوقات اپنے طور و اطوار اور رہن سہن سے اعلیٰ اسٹیٹس کے زمرے میں آ جاتے ہیں۔ اور ہائی کلاس اپنے رزق کی فراوانی کے باوجود لوئر کلاس کی فہرست میں لکھ دیے جاتے ہیں...... ایسا کیوں ہے؟ آپ نے اس کے بارے میں بھی کبھی سوچا ہے؟“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”دیکھو بیٹا، میں ایک پریکٹیکل عورت ہوں اور اپنے خاندان کی بھلائی چاہتی ہوں۔ تمہاری طرح جذباتی ہرگز نہیں۔ میں نے دنیا دیکھی اور پرکھی بھی ہے، تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔“ وہ اکڑ کر بولیں۔ ”محض دو ٹکے کی چھوکری۔“

”ممی آپ تو سمجھنا ہی نہیں چاہتیں تو میں اب کیا کہوں آپ سے؟ وہ تو ایک ہیرا ہے، جس کی قیمت کا اندازہ آپ یہاں بیٹھ کر تو ہرگز نہیں لگا سکتیں۔“ وہ مضطربانہ لہجے میں بول کر خاموش ہو گیا۔

”کیونکہ تم خود کو ہیرا شناس سمجھتے ہو ناں......تو چلو

تمہیں اصلی ہیرا دکھاتی ہوں۔ ہمیں کل رحیم صاحب نے اپنے گھر چائے کے لیے مدعو کیا ہے، ان کی اکلوتی بیٹی تمام جائداد کی واحد وارث ہے۔ اور ان کی جائداد اور بے حساب بینک بیلنس اگلی نسلوں تک میں بھی ختم نہیں ہوگا۔ میرے گھر بھی تو دو خوبرو جوان ہیں۔ ماشاء اللہ...... تم دونوں کو سلامت رکھے اور خوب بڑے مقتدرہ خاندانوں کا داماد بنائے۔ تم پر دنیا بھر کی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ اور ماشاء اللہ ایک سے ایک بڑھ کر اعلیٰ و ارفع خاندان ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے، کیا حسینائیں اور کیسا بینک بیلنس کہ وارے نیارے ہو جائیں گے۔ سعد یقین جانو کہ ان رشتوں میں ایک کا چناؤ ہمارے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ تمہارے لیے چار بہوئیں بیاہ کے لے آؤں؟''

''اور تم ہو کہ کچرے پر گرنے کا تہیہ کیے بیٹھے ہو۔'' وہ نخوت سے بولیں۔

''خیر میری زندگی میں تو ایسا ہونے سے رہا۔ تم میری ضد اور ہٹ دھرمی کو جانتے ہو ناں......''

''ممی خدا کے لیے...... اپنے رب سے خوف کھائیں، اس کی لاٹھی بے آواز ضرور ہے لیکن کمزور نہیں...... غرور و تکبر کرنے والوں پر جب برستی ہے تو ان کے پرخچے اڑا دیتی ہے۔'' وہ تلملا کر بولا۔ ''توبہ استغفار کا ورد جاری رکھیں تاکہ آئندہ ایسے گناہِ کبیرہ سے محفوظ رہ سکیں۔ ایسی کبر و نخوت میں ڈوبی ہوئی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتیں۔ کیونکہ آپ میری ممی ہیں، میری آئیڈیل......''

''سعد! ہوش کے ناخن لو، خدا کی قسم خفا ہو جاؤں گی...... یہ جان لو کہ مجھ پر تمہاری اس بکواس کا کوئی اثر نہیں ہونے والا۔ بولتے جاؤ اور خوب جی بھر کر اس کم بخت کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا دو۔ ہے تو وہ اک نالی کی اینٹ ناں جو چوبارے میں لگ بھی گئی تو اگلے لمحے نالی میں ہی جا گرے گی۔'' وہ غیظ و غضب میں بولیں۔

''اُف خدایا...... یا اللہ ہمیں معاف فرمانا۔ ممی کو کیا ہو گیا ہے؟ ممی گستاخی معاف...... ڈیڈ کو بھی میرا اٹل فیصلہ سنا دیجیے گا کہ زندگی میری ہے، اس پر مجھے ہی اختیار ہے کہ کیسے گزاروں......؟ کس کے سنگ گزاروں؟ اور کہاں گزاروں؟'' وہ ماں کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ کر التجائیہ لہجے میں بولا۔

''ممی آپ کو مجھ سے بے تحاشا پیار ہے ناں......''

''ہاں، اس میں شک کی گنجائش نہیں اسی لیے تو کہتی ہوں کہ اس فیصلے سے باز آ جاؤ...... یہ فیصلہ تمہاری زندگی کی خوشیوں کو نگل لے گا بیٹا...... میری زندگی کے تجربات و مشاہدات تمہیں اس گری ہوئی سوچ سے باز رکھنا چاہ رہے ہیں۔ میری بات سیدھے طریقے سے مان جاؤ جہاں بھی ہاتھ رکھو گے میں ہرگز انکار نہیں کروں گی...... لیکن ایک تنگ فلیٹ کی رہائشی لڑکی کا تصور بھی مت کرو۔'' وہ پژمردگی سے بولیں۔

''ممی وہ کیسے؟ میں آپ کی منطق سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ہم لڑکی اپنے گھر بیاہ کر لانا چاہتے ہیں، وہ ہمارے خاندان کا حصہ بننے کا شرف حاصل کرے گی۔ اس کے آنے سے ہمارے ایسے کون سے مسائل بڑھ جائیں گے۔ جن کا آپ کو خدشہ ہے۔'' وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔

''اوہ مائی گاڈ...... اس قدر عاقبت نا اندیش ہو تم...... بے جوڑ رشتہ کبھی پروان نہیں چڑھتا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ سوچنے سمجھنے کی قوت ہی اس نے سلب کر لی ہے۔ بیٹا تم اتنی سی بات سمجھ نہیں سکے...... تو کل کلاں بڑے مسائل کو کیسے حل کرو گے؟ اس لڑکی کا جادو اور تمہارا عشق تمہاری تمام عقل و شعور کو نگل چکا ہے۔ اب تمہیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا...... جب پانی سر سے گزر گیا تو پھر ہوش و حواس میں آنے کا کیا فائدہ؟ خیر ایسا ظلم تو کبھی میں ہونے نہیں دوں گی۔ چاہے مجھے زہر ہی کیوں نہ کھانا پڑے؟'' وہ روہانسی سی ہو گئیں۔

''یعنی آپ اپنی ضد سے باز نہیں آئیں گی۔ زہر پر ہی اکتفا کریں گی ایسا مت سوچیں ممی...... اچھا آپ سے ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو پوچھ سکتا ہوں؟'' وہ متذبذب سا ہو کر رہ گیا۔

''اجازت...... فرمانبردار اولاد کے لیے ضروری ہوتی ہے، تم تو ہو ہی نافرمان...... چلو پھر بھی پوچھو...... کہ

کون سی نئی گل افشانی کرنے چلے ہو اس منحوس لڑکی نے میرے بیٹے کو ماں کے دو بدو کھڑا کر کے ہرگز اچھا نہیں کیا...... یہ لڑکیاں اپنے ماحول سے ایسے ہتھکنڈے بچپن میں ہی سیکھ جاتی ہیں کہ ساس سے گلو خلاصی کیسے کی جائے؟ میاں کو ہاتھ میں کیسے لیا جائے؟'' وہ بڑی بے رحمی اور روکھائی سے بولیں۔

''ممی آپ ہر مہینے لڑکی دیکھنے کتنے گھروں میں جاتی ہیں؟'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''کچھ تو حساب رکھا ہوگا ناں آپ نے۔''

''میں نے اپنے شیڈول میں ہر ہفتے ایک گھر کا وزٹ مقرر کر رکھا ہے۔ چھان بین کر کے بہو کا انتخاب کرنا میرے فرائض کے زمرے میں آتا ہے۔ آخر بیٹے والی ہوں، سیکڑوں لڑکیاں دیکھنے کے بعد ہی ایک کو بہو بنانے کا میں اختیار رکھتی ہوں۔ اس پر تو میرا حق ہے ناں کہ اب تمہیں اس پر بھی اعتراض ہے؟'' وہ تلملا کر بولیں۔

''سعد بیٹے...... مائیں تو اپنے لائق فائق، خوبرو اور تعلیم یافتہ بیٹے کو کیش کراتی ہیں۔ اسی میں ان کی عزت اور بڑائی ہے کہ بہو اپنے میکے سے کتنا کیش، پراپرٹی اور کس ماڈل کی گاڑی اپنے ساتھ لائی ہے۔ دولت میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آس پاس کی دولت کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔ میں نے تو اپنی زندگی میں یہ ہرگز نہیں دیکھا کہ سکون کی دلفریب جھنکار اور نوٹوں کی... کڑکڑاہٹ نے کبھی کوڑے، کچرے کو اپنی طرف کھینچا ہو......'' وہ الجھ کر نفرت آگیں لہجے میں بولیں۔

''میرے رب میری ممی کو نیک ہدایت عطا فرما...... اُف میرے خدایا...... ممی! اس قدر خود غرضانہ اور طمع سے بھرپور سوچ کی میں مذمت کرتا ہوں۔ ممی کاش میں آپ کا بیٹا نہ ہوتا...... میرا فخر تو آپ نے چکنا چور ہی کر دیا ہے۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں اپنا سر پکڑ کر بولا۔ اسے ممی کے خیالات پر سخت افسوس ہو رہا تھا۔

''سعد یہ مت بھولو کہ تمہاری باتیں ادب کے خلاف ہیں۔ ذرا عقل سے کام لو...... میری بات اب غور سے سنو کہ کل تم میرے ساتھ رحیم صاحب کے دولت کدے پر لڑکی دیکھنے جا رہے ہو... اور اچھی طرح سن لو میرے جگر کے ٹکڑے...... ضد مت کرنا...... میں تجھ پر واری جاؤں، لڑکی کو میں نے ایک شادی میں دیکھا تھا۔ قابلِ قبول ہی سمجھو...... ہمارے گھر میں خوب جچے گی۔'' وہ ڈھٹائی سے بولیں۔

''ماشاء اللہ، دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے کہ کس شان و شوکت میں اس کی پرداخت ہوئی ہے۔''

''مثلاً آپ نے اسے قابلِ قبول کیسے سمجھ لیا؟ آپ کی پسند تو بیسیوں کیا سیکڑوں میں بھی ملنی مشکل ہی نہیں ناممکن تھی۔ یہ کیسے دل کو بھا گئی کہ جسے آپ نے اپنے بیٹے کے قابل سمجھ لیا ہے۔ کیا صرف پیسہ ہی جادو کر گیا ہے؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو ماں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے شگفتہ لہجے میں کہا۔

''سب سے پہلی خوشخبری کہ خوب بھاری بینک بیلنس کے ساتھ تمہاری زندگی میں شمولیت اختیار کرے گی۔ خاندان میں واہ، واہ ہو جائے گی۔ پیسے کے علاوہ بھی اس میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سنو...... جان میں نے اس کے بعد اس کی شخصیت کا جائزہ لیا۔ خوش لباس ہونے کے ساتھ بے حد سلجھی ہوئی اور کم گو لگی۔ تعلیم کم ہونے کے باوجود بہت سمجھدار بھی لگی۔ ہلکا سا نمکین رنگ اور خوب موٹی آنکھوں کی نیلاہٹ میں بہت پُرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا لمبا قد تو میرے دل کو بھا گیا۔ تقریباً تمہارے برابر کی ہی ہوگی۔ لیکن ہڈیوں کا ڈھانچا ہے نہ ہی لکڑی کی سیڑھی بھرا ہوا تندومند جسم اس لمبے قد کے ساتھ اسے خوب زیب دے رہا تھا۔ یوں سمجھو کہ مثالی دلہن کہلائے گی جو تمہارے ساتھ جچ کر میرے رشتے داروں کے دلوں پر چھریاں چلانے کا کام کرے گی۔''

''یعنی موٹی ہے، کالی اور اس پر ستم یہ کہ نیلی آنکھوں والی ہے۔ اور میرے برابر یعنی چھ فٹ دو انچ کی اونچی لانبی، ممی میں تو آپ کو سلیوٹ کرتا ہوں اور ایوارڈ دیتا ہوں کہ واہ کیا حسینہ ڈھونڈ نکالی ہے آپ نے میرے لیے......؟ پرفیکٹ کپل کا ایوارڈ آپ کا بیٹا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔'' وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں، ہاں سعد تم نے خوب سمجھا...... قسم سے خوش

قسمتی سے اسے فل پیکج سمجھو۔ بیٹا سعد، میں تمہاری ماں ہوں، تمہارے حال کی طرف سے فکر مند رہتی ہوں تو مستقبل کے روشن اور کامیاب ہونے کے بارے میں بھی تو ہر وقت سوچ بچار کرتی رہتی ہوں، غریب اور بھو کے گھر کی بہو لے کر آجاؤ تو وہ سسرال کے رزق سے اپنا میکا بھر ڈالتی ہے۔ ہمارا رزق بہت محنت کا حاصل ہے بیٹا...... شب و روز کی محنت کے بعد ہم یہ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، تم اپنی ماں کو جانتے ہو ناں کہ میں نے آج تک اپنی زندگی میں کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کیا ......اب اپنے بچوں کی باری آئی ہے تو نقصان اٹھالوں......ایسا تو ہے ہی ناممکن ......کہ اس محنت سے بنائی ہوئی دولت کا رخ ایک جھونپڑی کی جانب کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی میں۔'' وہ سختی سے بولیں۔

''مجھے آپ کی ہمدردی اور مجھ سے بے تحاشا محبت کی سمجھ تو آتی ہے تو اسی کے تعلق اور رابطے سے ایک بار بانو کو تو دیکھ لیں۔'' وہ ملتجیانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''جہاں آپ نے بیسیوں لڑکیوں کو جانچا، دیکھا اور پرکھا ہے وہاں ایک اور سہی......اسے ٹھکرا بھی سکتی ہیں اور بڑھ کر گلے بھی لگا سکتی ہیں۔ دونوں پر آپ کو اختیار ہے ممی......''

''ہاں سعد......اس نظریے کے مطابق تو تم نے خاصی عقلمندانہ بات کی ہے۔ آج کل وہ جاب کہاں کر رہی ہے؟ ضرور باپ کی طرح کسی اسکول کی ٹیچر ہی ہوگی۔ اس طبقے کی سوچ کو نہ تو تعلیم بدل سکتی ہے نہ ہی خوش کُن ماحول......خود سوچو کہ اس غلیظ.... کچرے میں سانس لینے والوں کی سوچ کیسی ہو سکتی ہے؟ گھٹیا ترین اور قابلِ مذمت و قابلِ ندامت......''

''ممی یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ ایسے ہی لوگ تو جب آگے بڑھتے ہیں تو پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے...... ہاں مگر سبق ضرور حاصل کرتے ہیں۔ میں اس کے بارے میں فی الحال مزید کچھ بھی بتانا نہیں چاہتا۔ آپ اس سے ملنے کے بعد ہی تمام ادراک حاصل کر سکتی ہیں کہ وہ مڈل کلاس کی لڑکی آپ کی ہائر کلاس کی لڑکیوں کے مقابلے میں کیسی ہے؟ ممی میں نے بھی اپنی زندگی میں کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ آخر بیٹا کس کا ہوں، ایک جہاندیدہ ماں کا......اپنے جیون ساتھی کا فیصلہ نہ تو سطحی ہوگا نہ ہی جذباتی......آپ مجھ پر مکمل بھروسا رکھیں۔'' وہ خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

''آپ کو میری چوائس پر رشک آئے گا۔ آخر بیٹا تو اپنی اس دور اندیش اور دانشمند ماں کا ہی ہوں ناں......''

''یہ ہوئی ناں بات...... تمہارا مشورہ قابلِ غور ہے...... تمہیں سوچ کر بتاؤں گی کہ اسے کب دیکھا جائے۔ فی الحال تو اس کے فلیٹ میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی اور ایک دم سے سوچوں میں گھر گئیں۔

''کس مصیبت اور امتحان میں گھر گئی ہوں کہ لاکھ کوشش کے باوجود اپنی ضد سے یہ باز نہیں آرہا۔ سعد تو میرا ایسا بیٹا تھا کہ کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا تو در کنار کسی کو گھاس نہ ڈالتا تھا۔ اس لڑکی میں ایسی کون سی خاصیت ہے کہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے۔ سعد کی وہ ساری اکڑ، غرور اور نخرہ کہاں چلا گیا کہ ایک ایسی لڑکی کے گن گانے لگا ہے جو کسی صورت بھی ہمارے خاندان میں قابلِ قبول ہوگی نہ ہی قابلِ عزت سمجھی جائے گی۔'' وہ اسی ادھیڑ بن میں اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔

☆☆☆

سعد اور بانو کریک کلب میں سمندر کے سامنے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ محبتوں اور چاہتوں کے ہنڈولوں میں جھولے لیتے ہوئے وہ آکاش کی وسعتوں میں پہنچ چکے تھے۔ یک دم سعد نے موضوع بدلا۔

''بانو ایک بات کہوں؟''

''ہاں سعد......کیوں نہ کہو؟ ہم دل کی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے ہیں، ایک دوسرے کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تم کہو کہ اب تمہاری ممی صاحبہ کیا فرماتی ہیں؟ یہی انکشاف کرنا چاہتے ہو ناں......''

''خوب سمجھی ہو......کافی سمجھدار ہو گئی ہو ما بدولت کی کمپنی میں......فی الحال وہ تمہارے دیدار کے لیے رضا مند ہو چکی ہیں۔ اب یہ دھماکا کب ہوگا وہ یہ فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہیں۔ محو انتظار ہوں اور تم بھی

میرے ساتھ شاملِ حال رہو......'' وہ تسلی بخش لہجے میں بولا۔ ''ایک بار وہ تمہیں دیکھ لیں، شرطیہ تمہارا جلوہ برداشت نہیں کر پائیں گی اور گھٹنے ٹیک دیں گی میری خواہش اور پسند کے سامنے۔''

''چلو سعد یہ بھی دیکھ لیتے ہیں، مجھے ایسی خوش فہمی ہے نہ ہی میں پُر امید ہوں کیونکہ آپ کی کلاس میں تمام کاروبار ہی پیسے کا ہے۔ وہی قسمت کا دھنی سمجھا جاتا ہے۔ جس کا بینک بیلنس قارون کے خزانے کو بھر دے۔ لیکن آج میں تمہیں اپنے دل کی وہ بات بتاتی ہوں اور اپنی وہ سوچ شیئر کرنا چاہتی ہوں کہ ایک مخلص اور مربی دوست کو محض اس لیے کھو دیا جائے کہ وہ شادی کرنے سے قاصر ہے۔ اپنے خاندانی اصولوں اور روایات کو چھوڑ کر مجھے اپنا لینا، ضد اور ہٹ دھرمی سے، یہ سراسر زیادتی ہے۔ تم بھی میری سوچ سے اتفاق کرو گے تو تمہاری زندگی آسان ہو جائے گی۔ تمہیں بیویاں تو بیسیوں مل سکتی ہیں لیکن میرے جیسی سچی لگن اور محبت کرنے والی دوست چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ اس لیے مجھے کھونے کے بجائے مجھے اپنے قلب و ذہن میں محفوظ کر لو سعد......'' وہ خود اعتمادی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ''اس میں خسارہ ہرگز نہیں...... بے حساب فائدہ ہی فائدہ ہے۔''

''سب جانتا ہوں میں......ایسے ہی تو تمہیں زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا ناں تم میری زندگی کی وہ مشعل ہو......'' وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ ''جسے حاصل کرنے میں ہی میری حیات ہے۔''

''لیکن مجھے اس نئے رشتے کی اتنی چاہ نہیں ہے۔'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''تم حیران و پشیمان ہو کر دیکھنے لگے ہو، میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں سعد......میری مجبوری سمجھو اس لیے کہ ایسے رشتوں میں بہت جلد دراڑ آجاتی ہے۔ جسے خاندان قبول کرنے سے انکار کرے۔ وہ اس لڑکی کو عزت جیسی دولت دینے سے محروم رہتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں دولت کی نہیں...... عزت کی بھوکی ہوں۔ اپنے اجلے نام کی پزیرائی کی پیاسی ہوں جو تمہارے خاندان حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میری غذا، پانی اور ہوا پر ان کا قبضہ میری حیات لے لے گا سعد...... مجھے معاف کر دو...... مجھے بخش دو...... مجھے بیوی کے روپ میں دیکھنا چھوڑ دو......میں فقط اِک دوست ہوں۔''

''بانو......آج کیسی عجیب باتیں کر رہی ہو...... مجھے لگتا ہے کہ تمہارا صبر جواب دے گیا ہے۔ لیکن میرے حوصلے اب بھی بلند ہیں۔'' وہ اضطراری کیفیت میں بولا۔

''وہ محبت ہی کیا جس میں آزمائش کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ وہ عشق ہی کیا جس میں دیوانگی نہ ہو......وہ دیوانگی ہی کیا جس میں ہوش و حواس معطل نہ ہوں۔''

''تم درست کہہ رہے ہو، میں تمہاری محبت کے لیول کو محسوس کرتی ہوں۔ تم بھی یہ تو جانتے ہو ناں کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے۔ لیکن میں نے کبھی اونچے خواب نہیں دیکھے کہ میں دولت مند اور مقتدرہ خاندان کی بہو... بن کر اس معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں...... مجھے اپنے اسی علاقے سے بے پناہ پیار ہے۔ جس کا چپا، چپا ان ہاتھوں نے سنوارا ہے۔ میرا فلیٹ اور آس پاس رہنے والے مکینوں کی رہائش گاہیں ان محلات سے بڑھ کر وسیع و عریض ہیں کیونکہ وہاں حلال کمانے والوں کا بسیرا ہے۔ جب کہیں بھی دولت کی بہتات دیکھو تو سمجھ جاؤ کہ نہ جانے کتنے ہی حقدار لوگوں کے حقوق پر ڈاکا زنی کی گئی ہوگی، کتنے ہی حسین و پرامید خوابوں کو چکنا چور کیا گیا ہوگا......اور کتنی ہی زندگیوں سے سانس لینے کی سہولتیں چھین لی گئی ہیں، آئی ایم سوری سعد میں تاحیات بے حد محبت کرنے والی دوست کے رشتے میں ہمیشہ تمہارے سنگ چلتی رہوں گی۔ یہ رشتہ تو بہت پاکیزہ بھی ہے اور قابلِ فخر بھی...... میں اسی رشتے کو رہتی دنیا تک ابدی بنانا چاہتی ہوں۔''

''بانو ایسی باتیں کر کے مجھے پریشان مت کرو...... بہ مشکل ممی کو منانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اب تم اِک غیر مناسب نئی سوچ پر کیوں چل نکلی ہو؟ میری مددگار بنو ناں کہ میرے رستے کی رکاوٹ بن جاؤ۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''میری یہ سوچ بہت پارینہ ہے......نئی تو ہرگز نہیں...... میں نے اپنی کلاس فیلوز کو محبت کے زور آور

جذبات کی طاقت میں بڑے گھر کی بہو بنتے دیکھا ہے، ان سے میں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ ہم جب اپنی حیثیت سے بڑے سپنے دیکھنے لگتے ہیں ناں تو اپنی ذات کو گہری کھائیوں کے حوالے کر دیتے ہیں......اور پھر وہاں سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔ میں اس گہری کھائی سے بچنے کے لیے حفظِ ماتقدم کے طور پر ایک ایسے رشتے کا اقرار کر چکی ہوں جو میری بے حیثیت اور وقت کے لیے باکمال ثابت ہوگا۔'' وہ پُرامید لہجے میں بولی۔

''تم نے مجھے دھوکا دیا......فریب دیا......اور... پرچار کرتی ہو محبت کا...... وہ اس کی بات سن کر تھرا کر رہ گیا تھا۔

''مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی، اب بھی سوچ کو بدلنے کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے کے لیے نہ بنایا ہوتا تو ہمارا ملنا اتفاق ہوتا اور کب کا دنیا کے جھمیلوں کی نذر ہو چکا ہوتا......تم اپنے اقرار کو فوراً واپس لو ورنہ تمہیں میرا وہ روپ بھی دیکھنا پڑے گا جو تمہاری نگاہوں سے اوجھل تھا۔''

''سعد یقین جانو کہ میں نے تم سے شادی کا خواب نہیں دیکھا تھا۔ اِک بہترین دوست اور محبت کرنے اور اسے ہمیشگی دینے کا اِک خواب نہیں دیکھا تھا۔ اک بہترین دوست اور محبت کرنے اور اسے ہمیشگی دینے کا اک خوب صورت سپنا دیکھا تھا۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس لیے خاموش رہ گئی کہ تم ہزار کوشش کرو تمہارے والدین تین کمرے کے فلیٹ سے ایک ٹیچر کی بیٹی کو اپنے محل کی زینت اور عزت بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے......تم ہار جاؤ گے کاوش کرتے۔ اس لیے اب تم اب کامرانی کی خوشیاں مناؤ۔ ڈھول بجاؤ اور کسی اپنے خاندان جیسے امیر گھرانے کی بیٹی سے اپنا جیون سکھ اور خوشی کے ہمراہ بتا دو......'' وہ پُرتسکین لہجے میں بولی۔

''ایسا نہیں ہو سکتا بانو......تم نے مجھے ٹھکرا دیا تو میں عمر بھر شادی نہیں کروں گا۔'' وہ تڑپ کر بولا۔

''ذرہ نوازی کا شکریہ...... آج شام اپنی ممی کو ہمارے غریب خانے کا دیدار کرا ہی دو جو جنت کا گہوارہ ہے۔ اینٹ بجری اور سیمنٹ کے گھر چھوٹے ہوں یا وسیع و عریض اسے جنت بنانے کے لیے ہم انسانوں کو ہی محنت کرنا پڑتی ہے۔ انہوں نے میری جنت کو پاس کر دیا تو پھر میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گی۔ میرا تم سے وعدہ ہے۔''

''مجھے وعدہ منظور ہے بانو......انشاء اللہ میں اس امتحان میں بھی کامیاب رہوں گا۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو......ہمیں گوشت پوست کا انسان سمجھ کر جو بھی فیصلہ ہوگا مجھے منظور ہے۔'' وہ مستحکم لہجے میں بولی تو سعد نے اس کی عظمت و بڑائی کو سلیوٹ کیا۔

☆☆☆

''ممی آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں؟ وہاں تو آنٹی کے ساتھ خوب چہک رہی تھیں......اور بانو کے چہرے سے نظر ہٹانا مشکل لگ رہا تھا۔ ابھی گھر پہنچتے ہی کیا ان کی کم مائیگی کا احساس جاگ اٹھا ہے۔'' سعد نے فکرمندانہ لہجے میں پوچھا۔

''بیٹا ایسی بات ہرگز نہیں......تم نے غلط سوچ لیا ہے۔ دراصل میں اپنے اندر اِک خلا محسوس کرنے لگی ہوں، جانتے ہو وہ خلا کیا ہے؟ اور اس قدر جان لیوا ہے؟'' وہ سرد آہ بھر کر بولیں۔

''نہیں ممی ... میں نہیں جان پایا......آپ بتائیں۔'' وہ پُراشتیاق لہجے میں بولا۔

''ہم کس قدر دولت پرست لوگ ہیں کہ اس شے کی پوجا کرتے ہیں جو ہاتھوں کی میل ہے۔ اور اس اصل کو بھول جاتے ہیں جس کی حیات ابدی ہے۔ جو نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ جسے زمانے کے جھکڑ، طوفان اور وقت کی آزمائشیں اور امتحان نہ کمزور کر سکتی ہیں نہ ہی ان پر دھول رک سکتی ہے۔ میرے بچے میری باتوں کو درگزر کر دینا۔ یہ سچ ہے کہ دولت کی چمک انسان کو اندھا اور اس کی جھنکار بہرہ کر دیتی ہے۔ مگر بیٹا تم نے مجھے اس قہر و ظلم سے محفوظ کر لیا۔ میرے اندر جو خلا تھا اسے تمہاری ثابت قدمی نے پُر کر دیا، بیٹا اللہ تم دونوں کو سدا خوش رکھے......'' یہ سنتے ہی سعد نے ماں کو اپنے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

دوستی ایسا ناتا

شمیم فضل خالق

میں اور شہاب آپس میں گہرے دوست تھے۔ یوں سمجھیں کہ ایک جان دو قالب تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہماری دوستی کیسے شروع ہوئی تھی، میں نے تو جب سے شعور کی دنیا میں آنکھ کھولی تھی شہاب کو اپنے آس پاس دیکھا تھا اور شاید تب سے ہمارے درمیان دوستی کا لازوال رشتہ استوار ہو گیا تھا......ہمارے گھر پاس، پاس تھے۔ ہم دونوں ایک اسکول میں پڑھتے تھے، ایک ساتھ اسکول جاتے تھے، اسکول میں بھی ایک ساتھ رہتے اور گھر بھی ایک ساتھ آتے تھے۔ گھر آنے کے بعد ہمارا گھر میں نکنا محال تھا...... کتابیں پھینک، پھینک کر کھانے کے نام پر دو چار نوالے حلق میں ٹھونس کر میں شہاب کے گھر جاتا اگر مجھے جاتے میں تھوڑی دیر ہو جاتی تو وہ آ جاتا پھر ہم دونوں

